حامد کرزئی کی مشکلات میں ایک اور اضافہ

افغانستان میں عام انتخابات جوں جوں قریب آرہے ہیں' امریکی اور اتحادی فوجوں کی نگرانی میں چلنے والی کرزئی انتظامیہ کی مشکلات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس جنگ زدہ ملک میں امن وامان کی صورتحال تسلی بخش نہیں ہے۔ پچھلے اڑھائی برسوں کے دوران میں افغانستان کی تعمیر نو کا کام وہاں کے عوام کی توقعات کے مطابق نہیں ہوا۔ پاکستان اور دیگر پڑوسی ملکوں سے افغان مہاجرین کی وطن واپسی اور بحالی کو یقینی نہیں بنایا جاسکا۔ دوسری طرف کرزئی حکومت کی مخالف قوتوں نے پھر سے زور پکڑنا شروع کردیا ہے اور افغان فوج مختلف محاذوں پر منتشر حالت میں ان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کررہی ہے' جس میں دونوں کا جانی اور مالی نقصان ہورہا ہے۔

ان حالات کے باوجود افغان صدر حامد کرزئی اکتوبر میں ہونے والے انتخابات میں اپنی جیت کے بارے میں پُریقین تھے۔ تاہم ان کا یہ یقین اس وقت کسی قدر مایوسی میں بدل گیا ہوگا' جب گزشتہ روز افغانستان کے نائب وزیر دفاع عبدالرشید دوستم نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے کر صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان کردیا۔ عبدالرشید دوستم نے صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان ایک بہت بڑے عوامی جلسے میں کیا۔ دوستم کا تعلق شمالی افغانستان کے ایک ازبک اقلیتی گروپ سے ہے اور وہ سیاسی جوڑ توڑ کے ماہر تصور کیے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس حامد کرزئی کا تعلق ملک کے سب سے بڑے پشتون قبیلے سے ہے۔

رشید دوستم کے الگ ہونے سے پہلے چونکہ حامد کرزئی کو ان کی مکمل حمایت حاصل تھی' اس لیے افغان صدر کو پورا یقین تھا کہ وہ آیندہ مدت کے لیے تیسری بار صدر بن جائیں گے' لیکن اب انہیں ذرا مختلف صورتحال کا سامنا ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلی اینٹ اکھڑنے سے بربادی کا آغاز ہوجاتا ہے۔ دوستم کی علیحدگی حامد کرزئی کے لیے ایک بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ دوستم کا خیال ہے کہ افغان صدر نے غیر پشتون گروپوں کو اس بنیاد پر اپنی پالیسیوں کا نشانہ بنایا ہے کہ گروہ بندی کا دھماکہ خیز معاملہ افغانستان کے پہلے آزادانہ اور براہِ راست انتخابات میں اہم ترین موضوع ثابت ہوسکتی ہے۔

یہ رشید دوستم کے خیالات ہیں تاہم اگر حقیقت میں صورتحال یہی رہی تو پھر یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ایسا کرکے صدر حامد کرزئی نے اپنے خلاف بہت بڑا محاذ قائم کرلیا ہے' جبکہ رشید دوستم کے الگ ہونے اور انتخابات میں حامد کرزئی کے مدمقابل ہونے نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ ازبک کے علاوہ دیگر چھوٹے غیر پشتون گروہوں نے دوستم کی آواز پر لبیک کہہ دیا تو صدر حامد کرزئی کے لیے تشویشناک حالات پیدا ہوسکتے ہیں۔

دوستم کو یہ بھی شکوہ ہے کہ افغان حکومت نے مسلح گروپوں کو غیر مسلح کرنے کے لیے جو مہم چلائی تھی' اس

پس منظر

میں غیر پشتون گروپوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا۔ دوستم نے اس مہم کو غیر متوازن قرار دیا تھا۔ افغانستان پر زیادہ تر پشتون حکمران رہے' لیکن پشتون قبائل کو شکوہ ہے کہ 2001ء میں طالبان کی پسپائی کے بعد برسراقتدار آنے والی کرزئی حکومت میں انہیں بہت تھوڑی نمائندگی دی گئی۔ رشید دوستم نے پشتون طالبان کی پسپائی میں اہم کردار ادا کیا اور اسی خدمت کے صلے میں انہیں کرزئی حکومت میں نائب وزیر دفاع بنا دیا گیا۔ حالانکہ وہ وزیر دفاع بننا چاہتے تھے۔ اب کئی ماہ تک اس حکومت کا حصہ رہنے کے بعد انہوں نے انتخابات میں حامد کرزئی کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی ہے۔ اکتوبر میں ہونے والے افغان انتخابات میں کیا صورتحال سامنے آتی ہے اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں' یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ تاہم یہ بات طے ہے کہ حالیہ تبدیلی سے افغانستان کے نہ صرف سیاسی اور معاشی' بلکہ معاشرتی مستقبل پر بھی دُوررس اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

عبدالرشید دوستم اگر اقلیتی گروپوں کو اپنے ساتھ ملا کر آیندہ انتخابات میں جیتنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں' تو یہ حامد کرزئی حکومت کی پالیسیوں کی ناکامی کا ثبوت ہوگا۔ ایسی صورت میں رشید دوستم کو موجودہ حکومت سے الگ پالیسیاں اختیار کرنا پڑیں گی۔ یہ ایک الگ اور طویل بحث طلب سوال ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو افغانستان میں حکومت' حکمرانوں اور پالیسیوں کی تبدیلی منظور ہے یا نہیں! بہرحال یہ واضح ہے کہ رشید دوستم اگر ہار بھی جاتے ہیں' تو حامد کرزئی کو ایک مضبوط اپوزیشن کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسی صورتحال میں ان کے لیے حکومت چلانا موجودہ حالات سے زیادہ مشکل ہوجائے گا۔

اس وقت انہیں امریکی احکامات تسلیم کرنا پڑرہے ہیں اور طالبان حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ انتخابات کے بعد کی صورتحال میں انہیں امریکہ کو خوش رکھنے اور حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے علاوہ اپوزیشن کے حملوں کا بھی جواب دینا پڑے گا۔ دو برس سے زیادہ عرصہ گزارنے کے باوجود افغانستان میں امن وامان' خوراک' رہائش' صحت اور تعلیم کی صورتحال اطمینان بخش نہیں ہوئی۔ ان حالات میں رشید دوستم غریب اور متاثرہ عوام کو اپنے ساتھ ملا کر حامد کرزئی کی مشکلات بڑھا سکتے ہیں۔

افغان صدر کو انتخابات کے بعد کی صورتحال کا سامنا کرنے کی تیاری کرنی ہے یا اقلیتی گروپوں کو سہولتیں فراہم کرنے' احساس تحفظ دے کر اور ان کے لیے مراعات کا اعلان کرنے کے علاوہ سیاسی جوڑ توڑ کے ماہر رشید دوستم کو پھر سے اپنے ساتھ ملا کر اپنی جیت کو یقینی بنانا ہے' اس بارے میں فیصلہ بہرحال افغان صدر کو خود کرنا ہے۔

کہتے ہیں کہ بروقت فیصلہ ہی اچھے نتائج اور اثرات پیدا کرتا ہے۔ افغان صدر اور ان کے حامیوں کو بھی اس سلسلے میں بروقت مناسب فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ کافی تاخیر ہوچکی ہے۔ فنڈز کی کمی اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر کرزئی حکومت افغان عوام کے لیے وہ خدمات سرانجام نہیں دے سکی' جس کی وہ توقع کررہے تھے۔ تاہم اب بھی اگر لوگوں کی بہتری کے لیے اقدامات کیے جائیں' افغان مہاجرین کی فوری واپسی کا بندوبست کیا جائے اور انہیں پھر سے ان کے آبائی علاقوں میں بسایا جائے' پشتون آبادی کے خدشات دُور کیے جائیں اور مطالبات پورے کیے جائیں اور لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کا بندوبست کردیا جائے' تو حامد کرزئی کی حمایت اور مقبولیت بڑھ سکتی ہے۔ اس سلسلے میں تاخیر اس کے برعکس صورتحال کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔

☆☆☆

افغانستان میں انتخابات

میاں مطیع الرحمٰن ایڈووکیٹ

دنیا کی واحد سپر طاقت کا پہلا نشانہ افغانستان بنا تھا جس کے نتیجہ میں نہ صرف طالبان کے دور حکومت کا خاتمہ ہوا بلکہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے اس علاقہ میں یلغار کے نتیجہ میں لاکھوں بے گناہ افغانی شہید ہوئے اور لاکھوں بے گھر اور زندگی بھر کیلئے معذور بن کر رہ گئے۔ بہرحال اس تباہی و بربادی کے بعد امریکہ اور اس کے حلیفوں نے وہاں کا انتظام سنبھال لیا اور کچھ عرصے کے بعد حامد کرزئی اور

افغانستان کے صوبوں میں سے اپنے من پسند افراد کو افغانستان میں نئی حکومت بنا کر مسلط کردیا۔ آج بھی امریکی فوج افغانستان میں موجود ہے اور امن وامان کے نام پر قتل وغارت کا بازار گرم کردیتی ہے۔ کبھی طالبان کے ٹھکانوں اور کبھی القاعدہ کے جنگجوؤں کی تلاش کے نام پر اپنے تباہ کن ہتھیاروں کو نہتے افغانیوں پر آزماتی ہے اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے چل رہا ہے۔ اس دوران غیور افغانیوں نے بھی لاتعداد امریکی فوجیوں کو جہنم واصل کیا اور جب بھی ان کو موقع ملتا ہے وہ جدید اسلحہ اور سازوسامان سے لیس ہونے کے باوجود نہ صرف امریکی جہازوں، ہیلی کاپٹروں کو نشانہ بنارہے ہیں۔

حال ہی میں افغانستان کی کرزئی حکومت نے افغانستان میں انتخابات کا اعلان کیا اور پھر خود ہی اسے ستمبر 2004ء تک مؤخر کردیا۔ ان انتخابات کے دوران کل کیا ہوگا اس کے بارے میں صرف اندازے ہی لگائے جاسکتے ہیں لیکن ان انتخابات کے حوالے سے حال ہی میں ایک غیر ملکی نشریاتی ادارے نے جو رپورٹ دی اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کرزئی کو ان انتخابات میں مشکل صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ رپورٹ کے مطابق افغانستان کے ازبک جنگجو سردار عبدل رشید دوستم کے انتخابات میں حصہ لینے کے اعلان کے بعد اب وہ صدر حامد کرزئی کے سب سے اہم مخالف بن کر ابھرے ہیں۔

جنرل دوستم نے گزشتہ ہفتے صدر کرزئی کے فوجی مشیر کے طور پر استعفیٰ دیا تھا تاکہ وہ اکتوبر میں ہونے والے عام انتخابات میں حصہ لے سکیں۔ مزار شریف میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا "انتخابات میں بھی ایک صدارتی امیدوار ہوں گا"۔

دوستم افغانستان کے شمال میں بسنے والی ازبک نسل سے تعلق رکھنے والی آبادی کے اہم رہنما ہیں اور ان کے فیصلے سے نسلی اور گروہی مسائل انتخابات میں اہم کردار ادا کریں گے۔ صدر کرزئی نے ابھی تک دوستم کے اس فیصلے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

جنرل دوستم کے ایک نائب اکبر [illegible] نے خبر رساں ادارے [illegible] کو بتایا کہ دوستم صدر کرزئی کی پالیسیوں سے ناخوش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ غیر پختون کمانڈروں کو "جنگجو سردار" کہنے اور انہیں غیر مسلح کرنے کی مہم سے بھی نالاں ہیں۔ صدر کرزئی کا تعلق ایک پختون قبیلے سے ہے۔

اکبر بائی نے کہا کہ کرزئی کے جیتنے کے امکان اسلئے کم ہیں کیونکہ جنوب اور مشرق میں جہاں سے پختونوں کی بڑی آبادی ہے، ووٹروں کا اندراج بہت ست ہے مگر شمال میں یہ سلسلہ تیزی سے جاری ہے۔ انہوں نے کہا کہ کرزئی کے کوئی بیس مخالفین نے دوستم کی حمایت کا فیصلہ کیا ہے۔

افغانستان کی طویل جنگ میں جنرل دوستم بہت مہارت سے اپنے سیاسی اثرورسوخ کو قائم رکھنے میں کامیاب رہے ہیں۔ شروع میں وہ روسی حکمران فوج کی طرف سے لڑتے رہے۔ پھر سابق صدر نجیب اللہ کے ساتھ مجاہدین کے خلاف اور پھر 1992ء میں مجاہدین کے ساتھ چل پڑے اور 1997ء تک شمالی افغانستان میں ایک علاقے پر قبضہ جما چکے تھے۔ بعد میں شمالی اتحاد کے ساتھ طالبان کے خلاف جنگ کرتے رہے۔

طالبان کے خاتمے کے بعد دوستم ملیشیا ان کے اہم مدمقابل تاجک جنرل عطا محمد کے خلاف جھڑپوں میں مصروف رہی ہے۔

بے شک وہ صدر کرزئی کے فوجی مشیر تھے لیکن ان کے ساتھ دوستم کے تعلقات کبھی بھی اچھے نہیں تھے۔ جنوری میں جب ملک کا پہلا آئین بنانے کیلئے بات چیت ہو رہی تھی تو دوستم نے ایک مرکزی حکومت کی مخالفت کی تھی۔

کچھ عرصہ پہلے حامد کرزئی نے کہا تھا کہ طالبان سے زیادہ جنگجو سردار افغانستان کیلئے خطرہ ہیں۔

جنرل دوستم نے اپنے خطاب میں عطا محمد کو، جنہیں کرزئی نے منگل کو بلخ صوبے کا گورنر بنایا، بھائی کہا تاہم مبصرین کا خیال ہے کہ وہ کرزئی کے اس فیصلے سے ناخوش ہیں۔

تازہ ترین حالات یہ ہیں کہ امریکی سفیر نے کابل میں کہا کہ یونس قانونی حتمی لسٹ سے قبل کرزئی کے حق میں دستبردار ہوجائیں اور جنرل قاسم فہیم حامد کرزئی کے حمائت کا اعلان کریں ورنہ کرزئی کی شکست کی صورت میں افغان عوام کی امداد بند کردی جائیگی کرزئی نے انہی حالات کے پیش نظر آخری موقع پر اپنا دورہ پاکستان ملتوی کردیا تھا

اب دیکھنا یہ ہے کہ افغانستان کے انتخابات میں کرزئی کا مقابلہ کیسے کرتے ہیں اور افغانی عوام بھی اس سلسلے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں اسکا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔